اِشارات

شیطان کی بڑی کامیابی یہ نہیں ہوتی کہ دو چار افراد کے افکار و اعمال میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ اس کی بڑی کامیابی یہ ہوتی ہے کہ کسی معاشرہ کے اجتماعی ماحول کو فاسد بنا دے۔ اس کام پر شیاطین کو بڑی لمبی اور صبر آزما محنت کرنی پڑتی ہے، لیکن جب یہ کام ہو جاتا ہے تو پھر ابلیس کے سپاہی چین سے بیٹھ کر اپنے کارناموں کو برگ و بار لاتے دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ کسی ریاست اور قوم میں جب ایک مرتبہ معصیت کی نقل بندی اچھی طرح ہو جاتی ہے تو پھر پودے خود ہی بیج بکھیرتے رہتے ہیں، بیج خود ہی زمین میں جگہ پکڑتے ہیں، بیجوں سے خود ہی نئے پودے پھوٹتے ہیں اور نئے پودے پھر خود ہی گل کھلاتے رہتے ہیں۔ یہ کھیتی جب اس طرح سدا بہار ہو جاتی ہے تو اسے کسی مالی کی ضرورت نہیں رہتی۔

پھر اگر اس طرح کا فاسد ماحول قوم گیر اور ملک گیر ہونے سے بھی آگے بڑھ کر عالمگیر بن جائے اور ایک دورِ تہذیب کی وسعت اپنے اندر پیدا کر لے تو اس کے بعد تو قرنوں تک کے لیے شیاطین کو چھٹی مل جاتی ہے کہ وہ پاؤں پھیلا کر سوئیں۔ آج ہمیں بھی بالکل اسی درجہ کے فاسد ماحول سے سابقہ درپیش ہے۔

اس ماحول میں رہتے ہوئے آپ رزقِ حرام سے کتنی ہی گہری نفرت رکھتے ہوں لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ معیشت کی رگ رگ میں "سود" کی لعنت، رشوت کی پیپ اور خیانت آمیز نفع اندوزیوں کا زہر خون کے ساتھ گردش کر رہا ہے۔ ہر وہ سکہ جو یہاں دست گرداں ہے معاشی ظلم کی بھٹیوں میں کتنی ہی بار تپ کر اور گندے اخلاق میں کتنے بھاؤ کھا کر آپ تک پہنچتا ہے۔ یہاں بازار میں جا کر آپ اگر ایک پنسل بھی خریدتے ہیں تو اس مظلوم کی قیمت پر نجانے اخلاقی مفاسد کے کتنے غیر محسوس بوجھ لدے

ہوتے ہیں۔ اس ماحول میں جو لوگ فی الواقع "حلال طیب" کی جستجو کرتے ہیں ان کو فاقہ کے سوا کچھ نہیں ملتا لیکن جو لوگ اپنے معبدے کے دروازے "ھذا من فضل ربی" کہہ کر حرام کے لیے کھول دیں اُن پر رزق کی وہ بارش ہوتی ہے کہ وہ جی کھول کر اسراف کر سکیں۔

آپ اپنا جائز سے جائز حق حاصل کرنے کے لیے کسی طرف رُخ کریں تو یہ ماحول آپ سے ہر قدم پر اپنی روحِ فسق کے لیے نذرانہ طلب کریگا۔ آپ کسی ضرورت کو پورا کرنا چاہیں تو اس تک پہنچنے کے لیے آپ کو عین ان طاقتوں کا دامن تھامنا پڑے گا کہ جن پر اپنے وعظوں اور اپنے فتووں میں نہ جانے کن کن سخت الفاظ سے آپ اظہار رائے کرتے ہیں۔ آپ کتنے ہی پاکیزہ مقصد کے لیے گھر سے نکلیں لیکن یہ ماحول اس تک پہنچنے کے لیے آپ کو ایسے ایسے "کوچہ ہائے زلفیاں" سے سر کے بل گذرنے پر مجبور کریگا کہ آپ اپنی بے بسی کا ماتم کرتے رہ جائیں۔

فاسد ماحول میں کسی مرد کی حیاداری اور کسی خاتون کی عصمت پسندی کو ساری عمر چومکھی لڑائی لڑنی پڑتی ہے بے حیائی ہر سمت سے نئے نئے اسلحہ کے ساتھ حملہ آور ہوتی ہے اور بار بار حملہ آور ہوتی ہے۔ وہ بناؤ سنگار کر کے نکلتی ہے، وہ نمائش اور مظاہرے کی اسپرٹ کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، وہ شعر کا لباس پہنتی ہے، وہ افسانے کا بہروپ بھرتی ہے، وہ صحافت اور ادب کے ایوان میں مسند آرا ہوتی ہے، وہ اشتہاروں میں نمایاں ہوتی ہے، وہ تصویر کا کاغذی پیرہن زیب بدن کرتی ہے، وہ رقص گاہوں میں ناچتی ہے، وہ بینا بازار لگاتی ہے، وہ کیمروں کے سامنے پریڈیں کرتی ہے، وہ ضیافتوں اور دعوتوں اور تقریبوں میں پیش پیش رہتی ہے، وہ سنیماؤں میں ہنگامے مچاتی ہے اور وہ ریڈیو سے طوفان صوت بن کر بہتی ہے۔

اس کے مقابلے میں آپ اپنی فطرت کی پاکیزگی کے زور پر "غضِّ بصر" کرتے ہیں لیکن بے حیائی خود آگے بڑھ کر آپ کی آنکھوں میں گھستی ہے، آپ اس کے لیے گوش بر آواز نہیں ہوتے لیکن وہ خود اپنا پیغام آپ کے کانوں میں ڈالتی ہے، آپ کو اس کی بُو سے نفرت ہے لیکن وہ عطر کی لپٹوں میں

تحلیل ہو کر آپ کے مشام پر حملہ کرتی ہے۔

یہ فاسد ماحول کا جادو ہے کہ حیا داروں اور عصمت پسندوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، ان کو کور ذوق شمار کیا جاتا ہے، لیکن بے حیائی اور بے عصمتی ترقی پسندی اور تہذیب اور کلچر کی علامت قرار دی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ماحول عصمت و حیا کو پیچھے دھکیلتا ہے اور بے عصمتی و بے حیائی کو اگلی صفوں میں جگہ دیتا ہے۔ ایسے حالات میں کون حساب لگا سکتا ہے کہ کتنی ہی سعید روحیں ہیں کہ جو بے حیائی کے اس طوفان کے ریلوں سے لڑتے لڑتے آخر کار دم توڑ دیتی ہیں۔ اور کون اس بات کا اندازہ کر سکتا ہے کہ کتنے افراد کی عصمت پسندی کے مظاہر کے پس پردہ ان کے تحت شعور میں ماحول کے فاسد اثرات گھس کر ڈیرے ڈال چکے ہیں اور وہ برابر ان کی سیرتوں کو دیمک بن کر چاٹ رہے ہیں۔

پھر آپ کچھ اور پہلوؤں سے ماحول کا جائزہ لیں تو محسوس ہوگا کہ یہاں ایمانوں، ضمیروں، سیرتوں اور اصولوں کی ایک منڈی لگی ہوئی ہے اور دنیا و دین کی ہر متاع عزیز نیلام کا مال بنی اس میں دھری ہے۔ اس منڈی میں گھوم کر چاہے آپ سیاست کے بازار کو دیکھیں، چاہے ادب و صحافت کے بازار کو اور چاہے مذہب و تصوف کے بازار کو، ہر جگہ ایک ہی سماں ہے۔ انسانیت کے پاس جو کچھ ہے وہ بکاؤ مال بن چکا ہے۔ بکنے کو سب کچھ بک رہا ہے، لیکن چھوٹے ظرف کے تاجرانہ ان فروش ہیں اور ذرا بڑے سرمائے کے تاجر بھاری قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ انسانیت کے اچھے سے اچھے پیکروں کا آپ سودا چکتا دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی چند سکوں میں، کوئی ایک تنخواہ کے عوض، کوئی کسی عہدہ و منصب کے بدلے میں، کوئی یورپ کی سیاحت کی قیمت پر، کوئی لیڈری کے مول، کوئی کسی انجمن کی صدارت پر اور کوئی محض زندہ باد کے نعروں کے داموں اٹھ رہا ہے۔ آپ اگر صاحب احساس ہوں تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا جیسے چاروں طرف سے آپ کو سکے ٹھنٹھناتے ہوئے کچھ تاجر گھیرے ہوئے ہیں اور وہ برابر اس کوشش میں ہیں کہ کب آپ مالِ تجارت بننے پر راضی ہوں

اور کب وہ اس سودے سے نفع کمانے کے قابل ہوں۔ انسانیت کے اس زوال کی فضا میں با اصول مسلمان بن کر زندگی گذارنا کھیل نہیں ہے۔ یہاں ایک صاحب ایمان ہمہ وقت جیب کتروں کے درمیان گھرا ہوا ہے، ذرا غفلت ہوئی نہیں کہ جیب کٹی نہیں!

فاسد ماحول کا ایک لازمہ یہ ہے کہ اس میں نظام حیات کی باگ ڈور "فسق" کے ہاتھوں میں رہتی ہے۔ سوسائٹی اپنے اندر سے انتہائی پست کردار اور اخلاق باختہ مگر ذہین اور عیار لوگوں کو اُبھار کے اوپر لاتی ہے اور اپنے اندر کے شرفا کو زیادہ سے زیادہ پست اور بے بس کر کے رکھتی ہے۔ اس صورت حالات کو نبی صلعم نے اپنے بعض ارشادات مطہرہ میں پوری طرح واضح فرما دیا ہے۔

یہ لوگ فاسد ماحول کے بہترین نگہبان اور اسے ہر خطرے سے بچانے کے لیے بہترین محافظ ہوتے ہیں۔ یہ اوپر بیٹھ کر ملک کی معاشی پالیسی بناتے ہیں، یہ عوام کی ذہنیت کو ایک خاص شکل دینے کے لیے تربیت کے مختلف وسائل اختیار کرتے ہیں، یہ نئی نسل کو ایک خاص نقشے پر ڈھالنے کے لیے نظام تعلیم بناتے ہیں، یہاں تک کہ فاسد ماحول کے بنیادی اصول و نظریات کا ایک قفس قوم کی قوم کے گرد تیار ہو جاتا ہے جس پر قانون کے کڑے پہرے قائم ہوتے ہیں اور اس کی حدود سے نہ کوئی مسجد باہر رہ جاتی ہے، نہ مدرسہ و خانقاہ!

ایسی حالت میں ایک صحت مند معاشرے کے بالکل برعکس "معروف" سے روکنے اور "منکر" کو فروغ دینے کا پورا پورا اہتمام ہوتا ہے۔ قوم کا روپیہ، اس کے وسائل، اس کے دماغ اور اس کی صلاحیتیں بہت بڑے پیمانے پر اس مہم میں لگ جاتی ہیں۔ اس طرح جب ایک ہمہ گیر فساد کام کر رہا ہو تو اس میں اچھے اچھے صالحین کا ذوقِ اصلاح پسندی بے بس ہو کے رہ جاتا ہے۔ "منکر" کے ایک ہنگامہ خیز نقار خانے میں "معروف" بیچارا طوطی بن کر چہچہاتا ہے لیکن اس کی آواز منکر کے شور و شر میں ڈوب کر رہ جاتی ہے۔

فاسد ماحول میں ظلم، خیانت، بداخلاقی، بے شرمی، بے اصولی، نفع پرستی، بندگیٔ اغراض، کمزور آزاری، لوٹ مار اور دوسری بداخلاقیوں سے دن رات لوگ زخم کھاتے ہیں اور کراہتے ہیں، لیکن مظلومی کے نت نئے نمونوں کو کثرت سے دیکھتے دیکھتے اچھی فطرت کے لوگوں میں بھی بے دردی کی حس سُن ہونے لگتی ہے۔ یہ چیزیں معمولات بن جانے کی وجہ سے اپنی اپیل کی طاقت کھو بیٹھتی ہیں پھر مشکل یہ کہ ظلم ہوتا ہے لیکن ظلم کرنے والا ہاتھ نظر نہیں آتا، جیبیں کاٹی جاتی ہیں مگر جیب کترے مشخص نہیں ہوتے، چوری عام ہوتی ہے لیکن چور کا کوئی سراغ نہیں ملتا، خون چوسا جاتا ہے مگر جونکیں ہاتھ نہیں آتیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ سارا کھیل کسی ایک یا چند افراد کا کھیل نہیں ہوتا، یہ اجتماعی نظام کی تاخت ہوتی ہے جس میں خطائیں ہوتی ہیں لیکن خطاوار کا پتہ نہیں چلتا!

ایسا ماحول ہمہ وقت کی ایک آزمائش ہوتا ہے اور ایسی آزمائش ہوتا ہے کہ جس میں کوئی ایک قدم چل کر اور کوئی چار قدم چل کر ہمت ہار دیتا ہے، شاذ ہی کوئی سعید روح ساری عمر اس کٹھالی میں رہ کر صحیح سلامت نکلتی ہے۔ یہ ذہنیت اور سیرت کا ایک ایسا آہنی سانچہ بن کر افراد کو گھیر لیتا ہے کہ جو اس کی شکل اختیار نہ کرے اس کو چاروں طرف سے چوٹیں کھانی پڑتی ہیں۔

فاسد ماحول کے ہوتے ہوئے تقدس و تقویٰ کے کمال کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ایک فرد انسانی نظام تمدن میں رہتے ہوئے اتنی وابستگیاں رکھتا ہے کہ اجتماعی نظام کی تطہیر کے بغیر اور فاسد ماحول کو توڑے بغیر اس کے تزکیہ کی تکمیل محال ہے۔ ایک آدمی چاہے یا نہ چاہے، وہ بہرحال کسی خاندان کا رکن، کسی منڈی کا تاجر، کسی کارخانے کا مزدور، کسی ادارے کا ملازم، کسی بستی کا باشندہ، کسی مذہب و ملت کا پیرو، کسی انجمن یا جماعت کا ممبر، کسی حکومت کی رعایا اور کسی ریاست کا شہری ہوتا ہے۔ یہ مختلف تنظیمیں اور ادارے جس نظام اجتماعی کے تابع ہوتے ہیں اگر وہ اپنی فطرت میں ناپاک ہو تو یہ بات ناقابل تصور ہے کہ پاکبازی کی ہزار مساعی کے باوجود ایک فرد اپنے آپ کو پوری طرح تو کیا، بڑی حد تک بھی پاک رکھ سکے۔ رات دن ان مختلف روابط کے ذریعے ناپاکی کے ریلے آ آ کر اس سے

تکرلتے ہیں، وہ جدھر جاتا ہے منکرات کی کیچڑ سے لت پت ہوتا ہے، وہ جس فضا میں سانس لیتا ہے گندی ہوا اس کے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے، وہ جس سے ملتا ہے اُس سے کسی نہ کسی طرح کی اخلاقی چھوت لگتی ہے، یہاں تک کہ وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اپنے گھر کی پناہ گاہ میں اس کی اپنی بیوی اور اس کے اپنے بچے اور اس کے اپنے باپ اور بھائی کہاں کہاں سے کن کن مفاسد کے جراثیم ساتھ لے آتے ہیں۔

جہاں چاروں طرف کوڑے اور گوبر اور لید کے ڈھیر پھیلے ہوئے ہوں، جہاں ہر طرف لاشے سڑ رہے ہوں، جہاں گلیاں بیت الخلا بنی ہوئی ہوں، جہاں سڑکوں پر راکھ پھیلی ہوئی ہو، جہاں گڑھوں میں پانی جمع ہو ہو کر سڑتا رہے اور جہاں راج پاٹ سارا غلاظت پسندوں کے ہاتھ میں ہو وہاں ایک نفاست پسند آدمی صابن مل مل کر نہائے، دن میں دس مرتبہ مسواک اور کلیاں کرے، روزانہ ناخن ترشے، صبح شام بال آراستہ کرے اور اپنے کپڑے ہر دوسرے روز بدلتا رہے تو بھی غلاظت کے ماحول میں رہ کر کبھی بھی اپنے پاکیزہ ذوق کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔ وہ جو آٹا اور سبزی خرید کر لاتا ہے۔ اس میں گندگی مل کر آتی ہے، وہ جس کنوئیں سے پانی لیتا ہے اس میں گندگی شامل ہے، وہ جن سڑکوں پر چلتا ہے وہ اس پر کیچڑ نچھاور کرتی ہیں، وہ جس فضا میں ہوا خوری کرتا ہے اُس سے بھی اسے گرد اور بدبو کے سوا کچھ نہیں ملتا، وہ جس قہوہ خانے میں بیٹھ کر چائے پیتا ہے وہاں بھی ناپاکی سے اس کی تواضع کی جاتی ہے اور وہ جس کسی سے مصافحہ کرتا ہے اس کے ہاتھ بھی اپنے میل میں سے اسے حصہ دیتے ہیں!

یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ قطعی طور پر ایک حالتِ اضطرار ہے۔ اور ایک فردِ مومن اس طرح کے فاسد ماحول میں اللہ کے نزدیک اپنی استطاعت کی حد تک ذمہ دار ہے۔ اس نے اگر اپنی بساط بھر پاکیزگیٔ اخلاق پیدا کرنے کی سعی کر لی تو وہ اللہ کے سامنے ایک متقی ہی کی حیثیت سے پیش ہوگا لیکن یہ چیز قابلِ غور ہے کہ اس کی استطاعت کے مطابق فی الواقع خدا کے دین کا مطالبہ اس سے کیا ہے؟

ایسے فاسد ماحول میں گھرے ہوئے مومن سے اس کا ایمان دو مطالبے کرتا ہے:۔

ایک یہ کہ وہ ماحول کے اثرات اور گندگیوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ پاکیزگیٔ اخلاق اور طہارتِ نفس پیدا کرنے کے لیے عملاً جو کچھ کر سکتا ہے اس کو آخری حد تک کرے۔

دوسرے یہ کہ فاسد ماحول کا تسلط ختم کرنے اور اس کی جگہ ایک صالح ماحول کو برپا کرنے کے لیے جدوجہد اور سرگرمی کا حق جتنا وہ ادا کر سکتا ہو اسے پوری عزیمت سے ادا کرے۔

خوب سمجھ لیجیے کہ کسی فاسد ماحول میں ایمان، تقویٰ اور احسان کی راہ صرف یہی ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے سارا کام انہی دو خطوط پر کیا ہے۔ خود نبی صلعم کی آخری روشن مثال کو اگر سامنے رکھیے تو حقیقت کو سمجھنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ آنحضور اگر "انفرادی تزکیہ" کا کوئی پروگرام لے کے آئے ہوتے تو قریش سے خواہ مخواہ کی ٹکر لینے کی کوئی وجہ نہیں تھی جس طرح آج بے شمار مصلحین اور دیندار اور معلمینِ اخلاق ایسے موجود ہیں کہ چپکے سے کنارے بیٹھ کر اپنا کام کر رہے ہیں اسی طرح آنحضور بھی تعلیم و اصلاح کا ٹھنڈا ٹھنڈا کام کر سکتے تھے۔ کوئی ان سے الجھتا بھی تو اس سے بہ حکمت اپنا دامن بچا لیتے۔ لیکن فی الواقع وہاں پروگرام کی یہ نوعیت تھی ہی نہیں۔ وہاں تو اسلامی تقویٰ کے اصولوں پر ایک سوسائٹی، ایک ریاست اور ایک ماحول بنا کہ وہ سانچہ فراہم کیا گیا کہ جو اپنے مزاج کے مطابق تقویٰ کے نمونے تیار کرے اور ان سے کام لے۔ نبی صلعم کا اسوۂ حسنہ ایک فرد تک محدود رہنے والا نہیں تھا، بلکہ اس اسوۂ حسنہ نے ایک نظامِ جماعت کی صورت اختیار کی اور پھر وہ فاسد ماحول سے کشمکش کر کے ایک صالح ماحول کی ہمہ گیر وسعتوں کے ساتھ سارے عرب پر چھا گیا جب کہیں جا کر یہ اعلان ہوا کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ"!

مسلمانوں میں طہارت و تقویٰ اور تزکیہ کے لیے جو ادارہ کئی صدیوں سے پیش پیش ہے وہ تصوف

کا ادارہ ہے۔ اس کا ایک مستقل علم کلام ہے اور فن تزکیہ کی ایک مستقل ٹیکنیک ہے۔ اس کی مختلف شاخیں ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس کا اپنا لٹریچر بھی بہت وسیع ہے۔ اس ادارے نے اپنے طرز پر افراد سازی کا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے لیکن افسوس کہ تصوف کا بھی ادارہ ایسے ہاتھوں سے تاسیس پذیر ہوا ہے جو فاسد ماحول کے سامنے ہتھیار ڈال کے ایک مرتبہ پسپا ہوئے تھے اور پھر وہ جہاد بالنفس میں ایسے محو ہوئے کہ انہیں اجتماعی فساد کے خلاف معرکہ آرائی کی ذمہ داریاں بھولے سے بھی کبھی یاد نہ آئیں۔

اس تصوف کے تیار کردہ بہترین افراد کو اگر آپ قریب سے دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ انفرادی تزکیہ کے آگے کی کوئی منزل سرے سے سامنے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے روبرو اجتماعی مفاسد کے نت نئے طوفان اُبلتے رہتے ہیں لیکن ان کے خلاف ان میں کوئی سرگرمی پیدا نہیں ہوتی۔ سرگرمی کیسے پیدا ہو جب کہ یہ تصور ہی گم ہو چکا ہے کہ اجتماعی مفاسد سے ٹکرانے کی ذمہ داری بھی کوئی دینی تقاضا ہے اور اسی پر افراد کے تزکیہ کا دارومدار ہے۔

ہماری خانقاہیں اور ہمارے تزکیے کے ادارے ایک سال میں جتنے افراد کو تیار کرتے ہیں اگر وہ فاسد ماحول سے کشمکش کرنے کے فرض کا احساس رکھنے والے ہوتے اور منظم جدوجہد کرنے کے اسلامی اصول ان کے پیش نظر ہوتے تو ان کے ذریعے ایک قیامت مچ گئی ہوتی مگر صحیح طرز فکر کے گم ہو جانے کی وجہ سے ہمارے اچھے اچھے متقی اٹھتے ہیں اور بڑے بھولے پن کے ساتھ اپنے فاسد ماحول کی بیش بہا خدمات انجام دے جاتے ہیں۔ فاسد ماحول تصوف کے ادارے سے اچھے سے اچھے اور سستے سے سستے کارکن حاصل کرتا ہے اور اس کی مشین میں جتنا اچھا کام شریف اور دیانتدار پرزے کر جاتے ہیں اتنا معمولی قسم کے پرزے نہیں کر سکتے۔

سالہا سال سے تقویٰ اور تزکیہ کا انفرادی تصور لے کر کام کرتے کرتے اور فاسد ماحول سے مصالحانہ رویہ رکھتے رکھتے ان اداروں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ فاسد ماحول کو صالح ماحول سے بدلنے کی سعی ان کی آنکھوں کے سامنے شروع ہوتی ہے۔ لیکن اس سعی کو انہی کے ہاں سے سب سے

کم سپاہی ملتے ہیں۔

اب اگر اکابرینِ تصوف اپنے فلسفہ کو خالص اسلامی ثابت کرنے بیٹھیں، وہ تصورِ شیخ کی بہتر سے بہتر تعبیر پیش کریں، وہ "مراقبہ و مکاشفہ" کا مفہوم پورے اطمینان بخش انداز میں بیان کریں، وہ "ہمہ اوست" اور "فنا فی الذات" کے اسرار کو زیادہ سے زیادہ عقلی رنگ دیں، وہ "فیض نظر" اور "توجہ" اور "ہمت" کی معقولیت پر کتنا ہی اچھا استدلال کریں، آخر اس خلاء کو پُر کرنے کے لیے یہ چیزیں بے کار ہیں جو اجتماعی فساد کے خلاف جدوجہد ترک کر دینے سے پیدا ہو گیا ہے۔ تصوف نے اس خلاء کو پُر کرنے کے لیے انفرادی تزکیہ میں مسنون حد سے آگے بڑھ بڑھ کر مبالغہ سے کام لیا ہے، لیکن افسوس کہ یہ مبالغہ اس خلاء کو کبھی پُر نہیں کر سکتا۔

تصوف کے کارنامے کو جب بھی کتاب و سنت کی کسوٹی پر رکھا جائیگا تو سب سے اہم سوال یہی پیدا ہوگا کہ اس ادارے کے سند یافتہ متقی حضرات نے اجتماعی فساد کے مقابلے میں اب سے پہلے کیا کچھ کیا ہے اور اب وہ کیا کر رہے ہیں؟ اس کا اگر کوئی قابلِ اطمینان جواب نہ دیا جا سکے تو پھر یہ مسئلہ بڑا توجہ طلب ہے کہ تصوف کے بنیادی نظریے، اس کی فکر، اس کے علم کلام، اس کی تکنیک اور اس کے مزاج میں کہیں نہ کہیں کوئی بڑی بھاری غلطی موجود ہے۔ اس غلطی کی تلاش اور اس کا تعین کرنا ایک بڑی قابلِ جزا خدمت ہوگی۔

بخلاف اس کے اصلاح و تزکیہ کی سیدھی سادی راہ یہ ہے کہ ایک مومن و مسلم اگر فاسد ماحول میں گھرا ہوا ہو تو وہ ایک طرف امکانی حد تک اپنی ذات کو آلائشوں سے پاک کرے، فرائض و واجبات اور مستحبات کو اختیار کرے اور حرام اور مکروہ امور سے بچے، لیکن اپنی اس کوشش کی عملی تکمیل کے لیے دوسری طرف فاسد ماحول کے خلاف اپنے جان و مال اور اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں سمیت اسلام کے سکھائے ہوئے اصولوں پر کشمکش کرے۔

یہ کام صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ہمارا قومی و ملکی ماحول بدل جائے، بلکہ ملکی و قومی ماحول کو آلودگیوں سے پاک رکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دورِ تہذیب اور اپنے بین الاقوامی ماحول کو بدلنے کے لیے بہت بڑے پیمانے پر جدوجہد کی جائے۔

کمالِ تقویٰ و تزکیہ تک پہنچنے کی واحد راہ یہی ہے!

اجتماعِ عام جماعتِ اسلامی پاکستان

بمقام کراچی بتاریخ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ر نومبر ۱۹۵۱ء

مجلس شوریٰ جماعت اسلامی پاکستان نے اپنے اجلاس منعقدہ یکم تا ۴ ستمبر ۱۹۵۱ء میں فیصلہ کیا ہے کہ جماعت کا آئندہ اجتماع عام کراچی میں ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ر نومبر ۱۹۵۱ء مطابق ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ صفر ۱۳۷۱ھ بروز ہفتہ، اتوار، پیر، منگل منعقد کیا جائے ـــــ اس اجتماع میں تمام ارکانِ جماعت کی شرکت لازم ہوگی۔ الا یہ کہ کوئی عذرِ شرعی مانع ہو۔ مشرقی پاکستان کے ارکان اور خواتین کے لیے شرکت لازم نہیں ہوگی لیکن اگر وہ شریک ہونا چاہیں تو اپنے اس ارادے کی اطلاع ناظم اجتماع کو بھیجدیں۔ ان کے لیے انتظام کیا جائیگا۔ متفقین اور جماعت سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے حضرات کے لیے ہماری طرف سے دعوتِ عام ہے کہ وہ حتی الامکان ضرور تشریف لائیں اور جماعت کو، اس کے اب تک کے کام کو اور آئندہ پروگرام کو بلاواسطہ سمجھنے کی کوشش کریں۔

کراچی کے باہر سے تشریف لانیوالے تمام شرکاء اجتماع کیلیے قیام و طعام کا انتظام جماعت کی طرف سے کیا جائیگا۔ اور مصارف طعام کیلیے پانچ روپے فی کس وصول کیے جائینگے۔ الا یہ کہ کوئی شخص اپنے کھانے کا انتظام خود کرنا چاہے۔ ارکانِ جماعت کیلیے اجتماع کے چار دن جماعت کی قیامگاہ میں رہنا بہرحال لازم ہوگا۔ وہ تمام حضرات جو اس اجتماع میں شرکت کا ارادہ رکھتے ہوں اپنے اس ارادے سے قیم جماعت اسلامی حلقہ سندھ کراچی چودھری غلام محمد صاحب ۹ نیا بلڈنگ آرام باغ روڈ، کراچی کو مطلع کردیں اور اس میں اس امر کی واضح طور پر صراحت کردیں کہ وہ جماعت کیلیے قیام و طعام کے انتظام میں شریک ہونگے یا اپنا انتظام کرینگے۔ اس اطلاع کی ایک نقل انہیں اپنے ضلع کے امیر کو بھی بھیجنی چاہیے۔ مناسب یہ ہوگا کہ ایک مقام سے شریک ہونے والے تمام حضرات یہ اطلاع حتی الامکان یکجا روانہ کریں۔

خاکسار طفیل محمد قیم جماعت اسلامی پاکستان ۔ اچھرہ ۔ لاہور